پرندوں میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں۔ کچھ شکاری ہوا بازوں کا خیال تھا کہ قیامت کے آزار قریب ہیں اور یہ قریب ہے اور یہ قیامت خود انسان کے ہاتھوں برپا ہونے والی ہے۔ دنیا کو قیامت سے بچانے کے لیے مرد مومن کی تلاش ہے اور اس بار ہما بادشاہ کا چناؤ نہیں بلکہ نجات دندہ کو کھوجنے کے لیے نکلا ہے کچھ پرندے سمجھتے تھے کہ ہما اب صوفی منش ہو چکا تھا۔ وہ انسان کو اتنی بار اللہ کی کلافت کا مشورہ سنا چکا تھا لیکن ہر بار خلیفہ صرف بادشاہ بن کر بیٹھ جاتا۔ ہما کو اس بات کا اتنا دکھ تھا کہ اب وہ اشرف المخلوقات کے سروں پر سے اڑنا گوارا نہیں کرتا۔ اور کہیں چھپ کر وقت گزر رہا تھا۔

بوم جاتی اپنے پرائے میں پاؤں اٹکانے کے عادی نہ تھے، انہیں اس رائے سے اتفاق نہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہما اپنی انفرادی شان کی وجہ سے مشیت ایزدی کو بالکل ملحوظ نہیں رکھتا۔ اسے صرف کسی کسی انسان کی آرزو کی خشبو ملتی ہے جس کی تعاقب میں وہ پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے ہما جس کندھے پر بیٹھ کر بادشاہت کا اعلان کرتا ہے وہی بادشاہ رعایا کے زوال کا باعث بنتا ہے لیکن الو لوگ چونکہ دیکھنے کے عادی تھے اور بولنے سے پرہیز ان کا شیوہ تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنی رائے کا اظہار برملا نہ کیا۔ چپ چپ رہے اور ٹکر ٹکر صاحب صدر کا انتظار کرنے لگے۔

گو بوم جاتی کے سرکردوں نے اپنی رائے کا اظہار اندر والے سرکل مین کیا تھا۔ لیکن کوے کن سوئی لینے میں اول درجے کے حرامی ہوتے ہیں ویسے بھی انہوں نے بات پہنچانے کا فن آدم زادوں سے سیکھا تھا۔ گول آنکھوں والے الوؤں کی بات سارے میں پھیل گئی اور سارے جنگل میں چہ چہ کی آوازیں آنے لگیں۔ کوؤں کی چھٹ بھیا برادری کو ویسے بھی ہما سرکس کا جوکر لگتا تھا، جو ازل سے خود سر بھی تھا اور برخود غلط بھی جب عرصے تک ہما نایاب رہا، تو میٹنگ کی بے جا طوالت سے سب پرندے عاجز آنے لگے۔ کوے بجا طور پر نالاں تھے۔ کیونکہ ان کو جنگل کی عادت نہ رہی تھی۔ وہ کوٹھے منڈیروں پر بیٹھ کر عورتوں کی باتیں سننے کے عادی ہو گئے تھے۔

یہاں انسان کا ساتھ نہ ملا تو یہ بچھیرا پارٹی بہت دق ہوئی۔

اب اکا دکا سیانے مکار اور ڈرپوک کوے شاطر شیاست دانوں کی طرح چھوٹے پرندوں کی گنی چنی نفری کو گھیر لیتے اور مشتعل کرتے۔ ''لوہما تو ال کا احمق ہے بادشاہ چنتا پھرتا ہے دھرتی پر۔۔۔۔ بھائی ادھر دنیا کا ہر انسان بادشاہ چاہے کھرلی میں سوئے چاہے تخت پر ہما کم عقل یہ نہیں سمجھتا کہ ہر انسان اپنے آپ کا اشرف المخلوقات سمجھتا ہے جن کے سر پر تکبر کا تاج ہو ان کو بادشاہ کیا بنانا۔''

لیکن مور چنو پھیلائے سارے جنگل میں ہما کے سواگت کا ناچ ناچتے پھرتے تھے۔ انہیں اس کانفرنس میں آنے کی یہی خوشی تھی کہ وہ استقبالیہ کمیٹی پر ہیں۔ کوے موروں کی ٹولی میں جا نکلتے تو فٹ دوغلی پالیسی تلے کہتے۔ ''ہما کی بات کچھ اور ہے۔۔۔۔ کرسی صدارت پر صرف وہی سجے گا۔ اگر نہ براجے تو چاہے لاکھ کھٹ جوڑ کرو نت کچھ نہ ہوگا۔''

کرسی صدارت دیر تک خالی رہنے کی وجہ سے ہما کے نعم البدل کا ذکر ہونے لگا۔ پھر پرچہ لگا کہ جہاں سے سمندر پر نام کرتا لوٹا تھا اور جہاں پہاڑیوں پر سیپیاں گھونگھے، بچھو صولن سگ، مچھلی کے ڈھانچے اور دوسری سمندری مخلوق مردار پڑی تھی۔ وہاں ایک سیمرغ کا شانتی بھون ہے۔ اس کی عمر کا کسی کو کچھ اندازہ نہ تھا۔ کچھ پرندے مصر تھے کہ سیمرغ بابا نوح کی کشتی میں رفیوجی رہا۔ کچھ کا خیال تھا کہ وہ علاقے جسے آج کل اسرائیل ہتھیانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہیں غازہ کے علاقے میں مسجد اقصیٰ سے طاقت اخذ کرنے کے لیے سیمرغ کبھی رہتا تھا۔ بوڑھے کچھوے مصر تھے کہ بحیرہ روم کے طاس میں جس وقت پچھلی رات کو پہلی بار چاندی جیسا پانی بھرنے لگا اور ابرق جیسی ریت لہروں سے آشنا ہوئی اس ریتلے خطے میں سیمرغ رہتا تھا۔

ساری رات وہ چاند سے نظریں ملائے قوت جذب کرتا رہتا اور سارا دن تپتی

ریت میں پنکھ پھیلائے بنجر اور ویران عمل آفتابی میں مشغول رہتا۔ فاختہ بضد تھی کہ سمیرغ کی ہی قوت سے پوٹھوہار علاقہ جنگل ہوا۔۔۔۔ اگر چاند کی پوری کشش سمیرغ میں نہا بھر آتی۔ ایک بھی پانی کی لہر اس علاقے سے لوٹنے کا ارادہ نہ کرتی۔ عمل مہتابی میں وہ مقناطیسی قوت تھی جس نے پانی کو باہر کی طرف لوٹنے پر مجبور کیا اور آخر میں تمام پانی بحیرہ عرب میں جا گرا۔

راہب طبع سمیرغ کو نسل غپاڑے سے نفرت تھی۔ وہ جنگل کے باسیوں سے بڑی وحشت کھاتا تھا۔ بے آباد جگہوں میں رہنا اور جینے بھر کی خوراک کھانا اس کی عادت تھی۔ لیکن نمائندہ وفد نے اسے ڈھونڈ نکالا اور اس تجربے، فطانت، ذہانت اور نجابت کی قسمیں دے دلا کر اسے میٹنگ میں لے کے آئے۔ سمیرغ پورے چاند کی رات میں پچھلے پہر آئے اس کے آنے سے چند ثانیے پہلے سارا آسمان درخت توڑ آندھی کی لپیٹ مین آ گیا۔ طوفان سے محبت کرنے والے پرندے اونچی اڑانوں کو نکل گئے۔ ڈرپوک پرندے لمبی شاخوں سے لپٹ کر جھونٹے لینے لگے۔ پھر زور سے بجلی چمکی دھرتی کانپی بجلی اس دھماکے اور چنگاڑ سے چمکی کہ رات دن سی اجالی گئی۔ اس لمحے جب تمام پرندے شٹراکے کی بجلی سے دم بخود تھے۔ سمیرغ چودہ سال پرانے بڑ کے درخت پر آ بیٹھا۔ اس کے بیٹھتے ہی آندھی چھٹ گئی۔ درخت ساکت ہو گئے اور بڑ کے درخت میں جیسے فاسفورس کا ایک بڑا فانوس روشن ہو گیا۔ جس وقت سمیرغ نے پر پھڑ پھڑا کر اپنی رجامندی کا اعلان کیا۔ تو جنگل پار تک توپوں کے فائر جیسی آواز آئی اور جانوروں نے ایک دوسرے کو کسی بھونچال کے آنے کی کبر دی۔

''اتنی بڑی کانفرنس بلانے کی وجہ کیا ہے؟'' سمیرغ نے سوال کیا۔

چیل جاتی کے گروہ میں سے ایک تنبولن سی چیل نکلی تراہ تراہ کرتی آگے بڑھی۔۔۔ ''آقا مسئلہ بہت باریک اور توجہ طلب ہے تو دیکھتا ہے کہ آج کل انسان پہلی بار

متحد ہوا ہے اس نے اپنی ایجاد پسند طبعیت کے ہاتھوں زہرہ اور مریخ کے سفر کیے ہیں۔لیکن انسان کی سرشت میں ایک وصف ایسا ہے جو اس کی تباہی کا باعث ہے۔ ۔۔۔دیوانہ پن۔۔۔۔اپج کے ہاتھوں مجبور ہو کر اور دیوانے پن سے مشتعل ہو کر اس نے ایسے ہتھیار ایجاد کر لیے ہیں جن سے یہ کرہ زمین کو منٹوں میں تباہ کر دکتا ہے اور اپنے ہمجنسوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا ہے۔اے پرندوں کے شاہ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم میں سے کچھ پرندے بھی پاگل پن کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔"

مینا نے پر پھڑ پھڑائے اور سب کو متوجہ کر کے بولی۔۔۔۔"جس وقت پہلی دیوانگی کا واقعہ ہوا۔۔۔قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اور کوے نے انسان کی بے بسی دیکھ کر اس کی مدد کی آسمان سے اترا اور ہابیل کی لاش کو مٹی میں چھپانے کا گر سمجھایا۔انسان کی کم ظرفی ملاحظہ ہو۔شکر گزار ہونے کی بجائے اس نے ہمیشہ کوے کو ذلیل سمجھا اور پرندوں کو اپنی عقل سے تابع کرنے کی کوشش کی۔

جب نبی قابیل نے جشن منایا تو وہ جنگلی جانور پکڑ کر لائے ان کو ذبح کیا۔گوشت خود کھایا اور کلے پائے ادھر ادھر پھنکوا دیے اور کتے اور بلی نے گوشت کی کثرت دیکھی۔۔۔۔تو اپنے انبائے جنس کو چھوڑ کر بستیوں میں آ رہے سیر بھر کر کھایا اور وافر مٹی تلے چھپا چھوڑا۔۔۔۔حرص کا شکار ہوئے۔"

"یہ لمبی داستان ہے آقا۔۔۔۔بہت لمبی۔۔۔۔انسان لاکھ اشرالمخلوقات سہی ہم اس پر بھروسہ نہیں کر سکتے، اس کی صحبت کبھی کسی جانور کو پرندے کو راس نہیں آئی۔"

طوطا مینا کا دشمن تھا اور بدا کر بولا۔۔۔۔"اگر انسان کی صحبت سے دیوانگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں، حرص، رغبت کینہ و حسد جنم لیتا ہے تو بتا گدھا حریص کیوں نہیں حالانکہ وہ انسان کا سب سے پرانا ساتھی ہے۔"

مینا جز بز ہو کر بولی۔۔۔۔"اور تو بتا اتنی وفاداری کے باوجود۔۔۔۔اتنی نیک

نفسی کے باوصف انسان نے گدھے سے ہمیشہ کیا سلوک کیا؟ کس قدر بوجھ لادتا ہے وہ ان بے زبانوں پر۔۔۔۔اور جس کسی کی عزت مقصود نہ ہو اسے گدھا پکارتا اور سمجھتا ہے، انسان کا کیا ہے یہ تو دودھ پلانے والے جانوروں کا کام نکل جانے پر قصائی کے حوالے کر دیتا ہے۔انسان کی بات درمیان میں نہ لاؤ دوستو ورنہ بحث لمبی ہو جائے گی۔"

چیل اسی بندر گھاؤ سے پریشان ہو کر بولی۔۔۔۔"ملزم کے نفع نقصان پر اس وقت بحث فضول ہے سزا دو۔۔۔۔اور نکال دو۔۔۔۔سزا دو اور نکال دو۔"

کاہنو جیسے سیاہ لباس والی کوئل بولی۔۔۔۔"سوچ لو عادلو۔۔۔۔انسانوں کی بستی سے گدھ جاتی لوٹ نہ سکے گی۔آخر گدھ کا ہمارے ساتھ پرانا رشتہ ہے، وہ ان درختوں پر ہمارے ساتھ رہا ہے بھلا وہ انسان کی صحبت میں کیسے تندرست ہو گا۔کیسے شفایاب ہو گا؟"

"تجھے شفایابی کی پڑی ہے ہم کہتے ہیں کہ بہت جلد اس کا پاگل پن سارے جنگل کو لپیٹ میں لے گا۔۔۔۔اور پھر کوئی چارہ نہ چل سکے گا۔۔۔۔" ایک جہاں دیدہ چیل بولی۔

چیلوں کو بحث سے کوئی غرض نہ تھی، ان کو سزا سے علاقہ تھا اور وہ صرف سزا کے متمنی تھے۔

سارے جانور کوئل کی بات سن کر گردنیں جھکائے بیٹھے تھے۔

بالغ نظر چیل پھر گویا ہوئی۔۔۔۔"ہم غافلوں کو اس بحث سے یک گونہ تشفی ہوتی ہے لیکن مکمل تسلی نہیں ہوئی۔ہمارا مطالبہ صرف ایک ہے کہ گدھ جاتی کا حقہ پانی بند کر کے انہیں جنگل بدر کر دیا جائے۔پھر چاہے یہ آبی جانوروں سے ناطہ جوڑیں چاہے انسانوں میں جا بسیں۔بس پرندوں میں ان کا شمار نہ ہو۔"

اس وقت سیاہ بگلا اٹھا اور ایک ٹانگ پر ایستادہ ہو کر بولا۔۔۔۔"دانشورو کی محفل

میں میر ابولنا معیوب ہے، پر گدھ سے بھی پوچھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔"

فاسفورس کی بتی تین بار پٹاجی اور آواز آئی۔۔۔۔"کہہ گدھ راجہ کیا تجھے اعتراف ہے کہ تو دوسرے پرندوں کی طرح نہیں ہے۔۔۔۔تجھے دیوانگی کے دورے پڑتے ہیں؟"

راجہ گدھ اونچے درخت کی آخری ڈالی سے اترا اور سوکھے تال میں سب کر مخاطب کر کے بولا۔

"ہاں آقا! چاند راتوں میں اونچے چھتنارے درختوں سے میں خود ہی گر پڑتا ہوں۔پھر میری حالت اپنے بس کی نہیں رہتی میں اپنے ہم جنسوں کو اپنے ماحول کو پہچاننے سے قاصر رہتا ہوں اور ایسی سمتوں میں نکل جاتا ہوں جو کبھی کہیں نہیں جاتیں۔"

"یوایسا کرنے پر کیوں مجبور ہے۔۔۔؟ کیونکہ کوئی پرندہ اس دیوانگی کا مرتکب نہیں۔"

"مان گیا مان گیا۔۔۔۔"چیلوں کے گروہ سے آواز آئی۔

"جس وقت لومڑ دیوانگی کے آزار سے مغلوب ہو کر روتے ہیں، ہم آپے میں نہیں رہتے آقا۔۔۔۔ہم خود نہیں جانتے کہ یہ دیوانگی کیوں ہے۔ہم گناہگار ضرور ہیں لیکن کیوں ہیں، اس کا بھید ہم پر آج تک نہیں کھلا۔۔۔۔کوئی ہمیں بتا سکے تو ہم اس کا احسان ماننے کو۔۔۔۔۔تیار ہیں۔"

اس وقت نجد کی رہنے والی ایک بلبل بولی۔۔۔۔"دوستو! میں ریگستان کی رہنے والی ہوں، میرے حلق میں حدی خوانوں کے نغمے ہیں اور میرے سینے پر انسان کے عشق کا لہو جم گیا ہے۔میں صدیوں سے دیکھتی آئی ہوں اور تمہیں بتاتی ہوں کہ گدھ کی دیوانگی کا سراغ انسان کی پراگنگی میں ملے گا اور انسان کے پاگل پن کی وجہ ایک ایسی قوت میں پنہاں ہے جو اگر آگے نہ جائے تو ریزہ ریزہ کرنے لگتی

ہے۔"

جنگل میں الو سب سے زیادہ پڑھا لکھا تھا۔ یکدم متوجہ ہوا۔۔۔۔۔"کیسی قوت؟ مینیکل انرجی۔۔۔۔اٹومک انرجی۔۔۔۔الیکٹریکل انرجی۔۔۔۔ پوٹینشل کہ کائی نیٹک ساؤنڈ کہ لائٹ انرجی؟"

بلبل سرخ سینہ پھلا کر بولی۔۔۔۔"ان سب قوتوں کا مرکب تیار ہوا تو انسان کی قوت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔"

سب حیرانی سے بلبل کا چہرہ تکنے لگے۔

"انسان اسی وقت کی بدولت دیوانہ ہوتا ہے۔۔۔۔مان لو صاحبو جب قوت کو نکلنے کا راستہ نہیں ملتا تو پھر وہ اس باسن کو توڑ دیتی ہے جس میں اسے جمع کیا جاتا ہے۔ "

"تجھے کیسے پتہ چلا؟۔۔۔۔کیسے کیسے کیسے؟"

"میں نجد کی رہنے والی ہوں میرا شیخ جب تجارت کی غرض سے دوسرے ملکوں کا سفر کرتا ہے تو مجھے سونے کے پنجرے میں ساتھ رکھتا ہے۔ایک مرتبہ مجھے بنارس کے ایک سنیاسی نے بتایا تھا کہ انسان کے دیوانہ پن کی اصلہ وجہ کیا ہے؟"

"بول۔۔۔۔بتا۔۔۔۔سربستہ راز کھول۔۔۔۔"

"انسان کی ساری قوت اس کی جنسی طاقت میں پوشیدہ ہے، وہ جانوروں اور پرندوں کی طرح محض نسل بڑھانے کو اپنی جنس استعمال نہیں کرتا، بلکہ طاقت کے اس مشکی گھوڑے کو اپنی رانوں میں دبا کر رکھتا ہے۔پھر یہی برق رفتار اسے دنیا اور دین کی مسافتیں بے کرنے میں مدد دیتا ہے۔اس گھوڑے پر انسان کے زانو سختی سے کسے ہوں تو وہ عرفان تک پہنچتا ہے۔ڈھیلا بیٹھا ہو تو دیوانہ وار گرتا ہے اور پاگل کہلاتا ہے۔دنیا کا عرفان ہو تو شاعری، مصوری، موسیقی، آرٹ جنم لیتا ہے۔دنیا در کار نہ ہو قوت تیز ہو تو عرفان کی حدیں چھو لیتا ہے اگر یہ قوت مقبض ہو جائے تو خودکشی کرتا

ہے۔۔۔۔عشق لاحاصل ہو جائے اور گھوڑا سوار کو گھسیٹے تو انسان پاگل ہو جاتا ہے۔ لوگ اسے پتھر مارتے ہیں، زنجیروں سے باندھتے ہیں۔۔۔۔دیوانگی کی اصل وجہ یہی عشق لاحاصل ہے آقا۔"

فاسفورس کی بتی تین بار بجھی اور آواز آئی۔۔۔۔"لیکن انسان کی دیوانگی سے گدھ جاتی کا تعلق؟"

"علم ہمیشہ معلوم سے نامعلوم کی طرف لے جاتا ہے۔۔۔۔کیا ہم انسان کی دیوانگی سے یہ پتہ نہیں لگا سکتے کہ کہیں راجہ گدھ بھی ایسی ہی قوت رکھتا ہو۔؟"

"عشق لاحاصل کی قوت؟۔۔۔۔"سرخاب نے سوال کیا۔

"ہاں۔۔۔۔اس کو کسی طرح وہی طاقت حاصل ہو گئی ہے"بلبل بولی۔

"اللہ کے دیئے ہوئے رزق کی قسم! سچ سچ بتا۔۔۔۔کیا تو اس طاقت سے مزین ہے؟"

راجہ گدھ نے سراسیمگی کے عالم میں پھڑ پھڑائے اور بولا۔۔۔۔"آقا! مجھے مہلت دے میں اپنے بھید سے خود آگاہ نہیں ن ہو سکتا ہے کہ یہی وجہ ہو لیکن اگر تو مجھے کچھ وقت عنایت کرے تو میں اپنی برادری والوں سے مشورہ کروں اور پھر ساری کیفیت عرض کروں۔"

سیمرغ نے فاسفورس کی لالٹین بجھا دی زور سے بادل گرجا، یکبارگی بجلی یوں کڑکی کہ تمام پرندوں کی نگاہوں میں جنگل سفید ہو گیا۔پھر اگلی میٹنگ تک کانفرنس ختم ہو گئی۔۔۔۔پرندے ہولے ہولے ٹکڑیوں میں اڑنے لگے اور کچھ دیر کے بعد جنگل صرف سانپوں کی سائیں سائیں فیڈ بیک کرنے لگا۔

کلاس میں پہلے پندرہ لڑکے داخل ہوئے۔

لیکن رفتہ رفتہ بور جھڑنے لگا۔کسی کو کورس مشکل لگا۔کوئی ماحول سے مطابقت نہ

پیدا کر سکا۔ کسی ایک کو لڑکیوں کی صحبت خائف کر گئی۔ ایک آڈھ اس لیے چلا گیا کہ پڑھائی کے علاوہ کسی دوسری فیلڈ میں کمائی کے امکانات زیادہ روشن تھے۔ لڑکیاں ہمیشہ کی طرح ڈٹی رہیں عورت میں ڈٹے رہنے کی بڑی قوت ہوتی ہے۔ بہت جلد کلاس میں ہم صرف پانچ لڑکے رہ گئے پانچ لڑکیاں اور پانچ لڑکے اور اتنی متناسب تعداد کے باوجود سیمی شاہ اور آفتاب کے علاوہ ہم میں جوڑا جوڑا بننے کی صلاحیت نہ تھی۔

سالانہ سپورٹس کے دن سارے کالج میں ہر زبان پر سیمی اور آفتاب کا سکینڈل تھا اتنی جلدی اس قدر دیدہ دلیری اور اپنائیت سے کوئی طالب علم کسی لڑکی کی طرف بڑھنے کی جرائت نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ دونوں غالباً اس سکینڈل کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، سیمی اپنی ہم جماعت لڑکیوں سے مکمل طور پر کٹی ہوئی تھی۔ طیبہ اور فرزانہ تو خیر مڈل کلاس کی لڑکیاں تھیں ان کی انگلیاں تو شروع دن سے منہ میں تھیں۔ لیکن کوثر جو خود گلبرگی پیداوار تھی۔ وہ بھی اپنی تمام تر جدیدیت کے باوجود ابرو اٹھانے اور کندھوں پر عیسائی لڑکیوں کی طرح کراس کا نشان بنائے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ انجیلا البتہ سارے سکینڈل سے بچ کر چلا کرتی۔ ہر بات سے بچنے تہنے کی وجہ سے اس کا چہرہ ہمیشہ خوفزدہ رہتا۔

جوں جوں ان دونوں میں فاصلے کم ہوتے گئے اتنا ہی بلاوجہ۔۔۔۔ بغیر سوچے سمجھے اور اپنی بہتری کے خلاف میں سیمی کا گرویدہ ہوتا چلا گیا۔ دل بھی عجیب چیز ہے جب ماننا نہ چاہے تو لاکھ ثبوت کرو، ہزارو دلائل ہوں کچھ نہیں مانتا۔ آفتاب اور سیمی ساتھ ساتھ بیٹھے تھے ان کے نوٹ سانجے تھے۔ کتابیں ایک تھیں، وہ ایک پن سے باری باری لکھتے تھے۔ موٹر سائیکل پر میں نے انہیں آتے جاتے کئی بار دیکھا کیفے ٹیریا پر وہ ایک گلاس میں دو سٹرا ڈال کر مشروب پیتے۔ کالج میں تمام ایک کی خیریت دوسرے سے پوچھتے۔ اس کے باوجود مجھے شبہ تک نہ تھا کہ سیمی آفتاب سے محبت

کرتی ہے۔۔۔۔کیونکہ میرا دل اس بات کی گواہی دیتا رہتا تھا کہ یہ سب چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔۔۔۔انسان لاحاصل کے پیچھے کر کتنی لذت حاصل کرتا ہے۔

سالانہ سپورٹر ڈے پر سارا کالج نصف دائرے والے لان میں جمع تھا۔زیادہ تر نظریں آفتاب اور سیمی پر تھیں۔جو کرسیاں کم ہونے کی وجہ سے ایک ہی کرسی پر ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔پھر لڑکیوں کی چائی ریس اناؤنس ہوئی۔سپورٹس کلب والے ہماری سوشیالوجی کی لڑکیوں کو منا کر گراؤنڈ میں لے گئے اس ریس کے دوران کوثر اور سیمی نے جینز پہن رکھی تھی اور طیبہ اور فرزانہ کھلے پائنچوں کی شلوار میں چاٹیاں سر پر اٹھائے بھاگ رہی تھیں۔کالج کے کئی حلال زادے بازوں اٹھائے بے پردگی بھاگتی ان ہرنیوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں حرامزادے ہو گئے تھے۔

ایسوں ہی میں سے ایک میں بھی تھا۔

فرزانہ کی چاٹی ٹوٹ کر پاش پاش ہوئی سیمی نے کئی فاؤل کئے۔طیبہ بھاگی تو جی داری سے لیکن کوثر سے پیچھے رہ گئی۔بالآخر چائی ریس میں کوثر سے سیمی ہار گئی اس کے بعد آفتاب اور سیمی چند لمحے ٹھہرے اور پھر دونوں ادل چھوڑ کر خدا جانے کہاں چلے گئے۔

اس روز پہلی بار میرے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ شاید سیمی اور آفتاب دور نکل گئے ہوں۔

یہ شبہ میرے دل میں کوثر نے ڈالا۔وہ چائی ریس میں فسٹ آئی تھی۔اس کا چہرہ تمتمایا ہوا اور گردن پر پسینے کے قطرے تھے۔سیمی کی غیر موجودگی میں وہ بہت سمارٹ،شائستہ اور قابل قبول لڑکی لگتی تھی۔کرسیوں کی کمی تھی۔ اس کی واپسی پر میں نے اپنی کرسی اسے پیش کر دی اور سامیانے کے کھمبے کر پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

''چلی گئی۔۔۔۔؟''

''کون؟۔۔۔۔''میں نے پوچھا۔

''ہاں جی چلی گئی۔۔۔۔'' پچھلی قطار سے امجد نے جواب دیا۔

اس وقت ساری کلاس جھرمٹ میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''اور وہ بھی ساتھ گیا اس کا چچہ۔۔۔۔'' کوثر بولی۔

''گیا۔۔۔۔'' جمال نے جواب دیا۔

اپنے کٹے ہوئے بال دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر اس نے پسینہ آلود گردن سے اوپر کیے۔

''Competition تو ذرا برداشت نہیں کرتی۔ کیسے بھاگی ہار کے۔'' طیبہ اور فرزانہ دوپٹوں سے منہ پونچھتی ہوئی ہنسنے لگیں۔ انجیلا البتہ اپنے ناخنوں کو دیکھتی رہی۔۔۔۔ وہ ازل کی بے چاری تھی۔

''ابھی تو چاٹہ ریس ہاری ہے۔۔۔۔ جب آفتاب ریس ہارے گا تو پتہ نہیں کیا حشر ہوگا اس کا۔''

کوثر کی زبان پر عورت کا ازلی حسد تھا غصے کی وجہ سے مجھے اس کی شکل بھی کچھ کچھ ٹیڑھی لگ رہی تھی۔ پھر سپورٹس کلب کا ایک جوان ان تین لڑکیوں کے لیے کوکا کولا لے کر آگیا۔ فرزانہ اور طیبہ تو شاید ''عصمت بچاؤ'' قسم کی لڑکیاں تھیں انہوں نے کوکا کولا پینے سے انکار کر دیا۔ لیکن کوثر نے بوتل شکریے کے ساتھ وصول کی نواڑی رنگین کرسی پر بیٹھی اور کوکا کولا پیتے ہوئے سیمی کے کردار، آفتاب کی کمزوری کلاس کی بدنامی پروفیسروں کی بے بسی پر بڑی لمبی چوڑی گفتگو کا آغاز کیا۔ کوثر تعارفی تقریب والے دن سے زخم خوردہ تھی۔ گو اس کا مبلغ علم سیمی سے کم تھا۔ لیکن وہ گلبرگ کے میں بولے وارڈ سے آتی تھی۔ جہاں شہر کے امیر الامر رہتے ہیں۔ سیمی کے متعلق سن رکھا تھا کہ اس کے ابا کا گھر گلبرگ کی ایکسٹینشن نمبر تین میں تھا۔ اور وہ ماں باپ کے پاس رہنے کے بجائے کسی ہوسٹل میں مقیم تھی۔

''ایسی لڑکیاں پڑھنے تھوڑی آتی ہیں۔ اگر اس لیے ہے کہ آزادی ہو۔۔۔۔ اور

کیا۔"

بڑی دیر تک طیبہ اور فرزانہ کانوں کو ہاتھ لگاتی رہیں۔

دراصل ساری بات ڈگری کی ہوتی ہے برقعے والیاں، بے نقاب لمبی چوٹی والی کو آزاد خیال سمجھتی ہیں۔لمبی چوٹی والی کٹے بالوں والی کو بے حیا جانتی ہے۔بال کٹی کا خیال ہوتا ہے کہ اس کے تو صرف بال ہی کٹے ہیں اصل حرافہ تو وہ ہے جو دن کے وقت ماسکارا بھی لگاتی ہے اور آئی شیڈو بھی آئی شیڈو والی کو یقین ہوتا ہے کہ وہ بے چاری تو اللہ میاں کی گائے ہے۔اصل میں تو وہ اچھا چھکا ہے جو دوپٹہ نہیں اوڑھتی See through کپڑے پہنتی ہے اور سب کے سامنے سگریٹ پینے سے نہیں چوکتی سگریٹ نوشی بی بی کے سامنے وہ فساد ہوتی ہے جو بامحرموں کے ساتھ بیٹھ کر بلیو فلم دیکھتی ہے۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح مردوں میں بھی نیکی کی تعلی موجود ہوتی ہے اور اس کی کئی ڈگریاں مقرر ہوتی ہیں جو شخص صرف نظر باز ہے اور اچٹتی نظر سے لڑکیوں کو آنکتا ہے وہ ان مردوں کو بدمعاش سمجھتا ہے جو لڑکیوں کی محفل میں راجہ امزر بن کر بیٹھتے ہیں اور لطیفوں اور کہانیوں سے فضا کو عزل العزالات کی طرح رومانٹک کر دیتے ہیں عورتوں سے باتیں کرنے کے رسیا ان مردوں کو غنڈہ سمجھتے ہیں جو اندھیرے سویرے کو اڑ کے پیچھے سیڑھیوں کے اندھیرے میں غلنخانے کی سنک کے پاس چوری چھپے کسی لڑکی کو بازوؤں میں لے لیتے ہیں۔چوری چھپے بلے اڈانے وال ءان حضرات کو عادی مجرم سمجھتے ہیں جو کھلے بندوں عورتوں کو کاروں میں بٹھاتے اور ہوٹل کے کمرے بک کراتے ہیں کھلے عاشق ان پر آوازے کستے ہیں جو زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور زنا کاران پر نکتہ چینی کر کے بے قیاس راحت محسوس کرتے ہیں جو زنا بالجبر کرتے ہیں اور قانون کی گرفت میں ملزم ٹھہرائے جاتے ہیں

یہ ساری باتیں آپنے آپ کو بری الذمہ کرنے کے لیے کی جاتی ہیں اور سن میں

تمام لوگ سوسائیٹی سے اپنے لیے Approval کا ایک جائز طریقہ تلاش کرتے ہیں ورنہ بات ساری ڈگری کی ہے۔۔۔۔کسی کو ہلکا بخار ہوتا ہے۔۔۔۔کسی کو زیادہ۔۔۔۔کسی معاشرے میں شرافت کا درجہ نارمل متعین کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔

''ہوا کیا ہے۔۔۔۔'' آخر کو جمال نے سوال کیا۔

''ہوا کیا نہیں۔۔۔۔تم کسی فسٹ ایئر لڑکے سے پوچھ لو۔۔۔۔سٹاف روم میں جا کر کسی کیمسٹری کے پروفیسر، حساب اردو کے پروفیسر سے پوچھ لو۔۔۔۔سیمی بیگم کو عشق ہو گیا ہے آفتاب سے۔۔۔۔کوثر بولی''

ٹھن سے کسی نے میرے سر پر لوہے کی ہتھوڑی ماری۔

پہلی بار مجھے خیال آیا کہ شاید سیمی مجھ سے محبت نہ کر سکے۔

سب سے پہلے مجھے سیمی کے اظہار اشتہار متاثر کیا۔۔۔۔وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتی رہتی تھی یا کھانا چاہتی تھی۔

ہر عہد میں ہر معاشرے میں مختلف عمر کی عورتیں اپنی اشتہار کی نمائش کرتی رہی در پردہ ہو جاتی ہے۔وہ نہ صرف عام محفلوں میں چڑی چوگا کھانے لگتی ہیں بلکہ اشتہار کے اظہار سے بھی انہیں نفرت ہو جاتی ہے کیونکہ ایک بھوک سے ہمیشہ دوسری بھوک کا سراغ چلتا ہے۔پچھلی صدی میں بھوک کی نمایش جنسی آمادگی کے مترادف تھی۔ میلے ٹھیلوں پر یاروں سے لڈو جلیبیاں لے کر کھانے والی بنتو مردوں میں تو مقبول تھی لیکن اپنی ہم جنسوں میں وہ بڑی بدنام تھی اور سسرال جا کر بسنا اس کے لیے مشکل تھا۔

لیکن اس دور کی ماڈرن لڑکی نے کھانے کے آداب ہوٹلوں سے سیکھے ہیں۔۔۔۔ڈائینگ ٹیبل کی میز سے اخز کیے ہیں۔ہوائی جہازوں کے سفر میں جہاں اپنے اپنے ٹرے لگے لگائے آتے ہیں اور جہاں آپ کے ٹرے میں دوسروں کی شراکت

ممکن نہیں ان ہوٹلوں ہوائی سفروں نے لڑکیوں کا نہ صرف چمچ کانٹا علیحدہ کر دیا ہے بلکہ ان کی بھوک کو فرداً فرداً بڑی اہمیت دے دی ہے۔ اب بیف برگر چبانے والی دوہرے سٹرو سے کوک پینے والی زبان کے چٹخارے سے کون چاٹنے والی لڑکی ندیدی نہیں دلاویز ہے اتنے سارے ٹیلی ویژن کے اشتہاروں میں ماڈلز کو چائے پیتے، چیونگ گم چباتے بسکٹ کھاتے دیکھنے کے بعد کھاتی پیتی لڑکی مرد کا آئیڈیل بن گئی ہے۔

ویسے بھی مرد کا عورت کی بھوک سے ڈھکا چھپا لیکن بڑا پرانا رشتہ ہے جب کبھی کوئی مرد کسی عورت کے عشق میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے اس عورت کی بھوک مٹانے کا چسکہ پڑ جاتا ہے پھر وہ اس کی جذباتی بھوک مٹانے کے لیے اس کا سہارا بنتا ہے، ذہنی خلا جو بھوک ہی کی شکل ہے ختم کرنے کو اس سے باتیں کرتا ہے اس کی جذباتی بھوک کے لیے تفریح کا سامان مہیا کرتا ہے جسمانی بھوک بچوں کا باعث بنتی ہے اور پھر ان ہی چھوٹی چھوٹی اشتہائیں ختم کرنے میں اس کی زندگی صرف ہو جاتی ہے۔

پرانے زمانے میں بھی شوہر اپنی ماؤں سے چھپ کر اپنی نو بیاہتا بیویوں کی ذہنی جذباتی جسمانی بھوک مٹانے اوپر والی منزل میں جاتے تو ان کے ہاتھ میں قلاقند کے دونے اور مولسری کے ہار ہوتے۔۔۔ آج بھی جب ملاقات ہوتی ہے تو کوک پلانے کو ان کھلانے والا اسے اپنی نیک نصیبی سمجھتا ہے۔

ماڈرن لڑکی یہ بھید سمجھ گئی ہے کہ بھوک کا دکھلاوا مرد تک یہ پیغام پہنچاتا ہے کہ اگر وہ کھانے پینے میں سرگرم ہے تو جنسی بھوک میں بھی مرد سے کم نہ ہو گی۔۔۔ وہ ایک سمبل سے اپنے تمام کوائف سمجھا دیتی ہے اپنی بھوک کو نمایاں کرتے ہی آج کی لڑکی مرد کی بھوک میں برابر کی شریک ہونے کا وعدہ کرتی ہے۔

طیبہ کوثر اور فرزانہ سے میمی خوبصورت تو نہ تھی۔ لیکن وہ لباس میں، نشست و برخاست گفتگو کھانے پینے میں سب سے آگے تھی۔ جب کبھی وہ کلاس میں داخل

ہوتی اس کے منہ میں چیونگ گم ہوتی جونہی پروفیسر کلاس سے جاتا وہ اپنے کینوس کے تھیلے میں سے سیب نکالتی اور اسے آستین پر صاف کر کے کھانے لگتی۔۔۔۔سیب کھانے کا بھی اس کا عجیب طریقہ تھا وہ سیب میں تیکھے دانت اتارتی اور کڑک کی آواز کے ساتھ منہ پرے کر لیتی۔ایک ہی ہفتے کے اندر اس کا سیب ساری کلاس میں گھومنے لگا تھا

''ایک Bite لے لو۔۔۔۔''ایک دن اس نے مجھ سے کہا۔

میں ایک ایسے گھر سے سوشیالوجی کی کلاس میں گیا تھا جہاں جھوٹے برتنوں میں کھانا گناہ ہوتا ہے۔

''اس طرف سے کھالو۔۔۔۔میں نے یہاں نہیں کھایا۔''

اس نے سیب کی صاف ستھری طرف پیش کر دی۔میں نے سیب اس سے لیا اور عیب وہاں دانت گاڑ دیئے جہاں سے اس نے کڑاک سیب کاٹا تھا۔

بھوک کے معاملے میں وہ بہت بودی تھی۔وہ گھنٹے گھنٹے کے بعد بھوکی ہو جاتی۔ یا یوں سمجھیے، یہ اس کا لاڈ تھا۔۔۔۔بہت جلد ہماری کلاس ایک خاندان کا روپ اختیار کر گئی۔اسی لیے سیمی کی باتیں کسی کو عجیب نہ لگتی تھیں۔

''بھئی میرے پاس پچھتر پیسے ہیں۔۔۔۔لیکن مجھے کوک پینا ہے۔۔۔۔ہے کوئی اللہ کا بندہ۔۔۔۔؟''

اللہ کا بندہ آفتاب ہمیشہ اس کی ساتھ والی سیٹ پر ہوتا۔

اچھا بھئی اور کون کون کوک پینے جائے گا؟

ادھر پورے سبھی تیار ہو جاتے۔

پھر سب اپنی اپنی نقدی اس کے ڈسک پر دھرتے جاتے۔وہ حساب لگاتی جب رقم پوری ہو جاتی تو ہم سب کوک پینے طلے جاتے کینٹین پر بھی عجب تماشا رہا کوئی سیون اپ منگواتا کوئی فانٹا منگواتا کوئی کوک۔۔۔۔اب سیمی کسی سے مانگ کر

گھونٹ پیتی کبھی اپنی بوتل پیش کر کے کہتی۔

''پی لو طیبہ۔۔۔۔تم نے تو فانٹا منگوایا ہے۔۔۔۔سیون اپ کا بھی ایک سپ لے لو بھئی۔۔۔۔۔''

جب طیبہ ہچکچاتی تو وہ اپنے کینوس کے تھیلے میں سے ٹشو پیپر نکال کر بوتل کا منہ صاف کرتی اور کہتی۔

''خدا قسم اب تو کوئی ہرج نہیں ہے۔''

شروع شروع میں سیمی ایسی Sporty لڑکی نظر آئی کہ کلاس والوں کو شبہ تک نہ ہوا کہ وہ آفتاب کی ہپ پاکٹ میں ہے۔ان دنوں میں ہر روز اس میں کوئی نئی بات کوئی نئی ادا اور کوئی نئی دریافت کرنے کی سٹیج میں تھا۔میری یہ سٹیج تحیر کی تھی جو کچھ مجھے نظر آتا میں اسے پوری طور پر ہضم بھی نہ کر پاتا کہ دوسرے دن اس میں کچھ اور نیا، کچھ اور دلچسپ اور حیران کن نظر آجاتا۔۔۔۔سب سے بڑی تبدیلی جو آفتاب سے ملنے کے بعد اس میں آئی اردو کی سوجھ بوجھ تھی۔اب وہ ایسی اردو بولنے لگی تھی کہ بڑے بڑے اردو باز اس کا منہ دیکھتے رہ جاتے۔

سوشیالوجی کی کلاس میں وہ سب سے باتونی لڑکی تھی پروفیسر کے نظریات سے ٹکر لینا اور چھوٹے سے لطیفے پر دیر تک ہنستے رہنا اس کا محبوب مشغلہ تھا دراصل اس میں وہ خوش اعتمادی کا خمیر تھا جس سے اس کی شخصیت کی تمام دلآویزی میں پھول لگے تھے۔

بھوک کی نمائش کے بعد سیمی میں بڑی جنسی کشش تھی وہ عموماً گردن پیچھے کر کے غر غر کرنیکے انداز میں منہ کھول کر پاٹ دار آواز میں ہنستی ایسے میں اس کے کندھے بازو پیٹ چھاتیاں سب ہلکورے لینے لگتے۔اس کا قہقہہ عام طور پر مصنوعی ہوتا لیکن اس قدر بناوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایک عجیب سی کشش تھی۔لپ سٹک، بریزر اور سینوں کے اشتہاروں کی طرح کوئی چیز آپ کو یقین دلاتی تھی کہ قہقہہ محض

اشتہار ہے اصل سیمی اس اشتہار سے بھی اچھی ہو گی۔

بلند بانگ تھا ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ بدقسمتی سے اس روز وہ میرے بہت قریب بیٹھی تھی حالانکہ اس کا بازو آفتاب کی کاپی پر تھا۔ لیکن اس قربت نے مجھ پر ایسے اثر کیا کہ یکدم ہنستے ہنستے میں اسے دیکھنے لگا اور پھر ہنس نہ سکا۔

کچھ لمحے بڑے فیصلہ کن ہوتے ہیں اس وقت یہ طے ہوتا ہے کہ کون شخص کس کا سیارہ بنایا جائے گا جس طرح کسی خاص درضہ حرارت پر پہنچ کر ٹھوس مائع اور مائع گیس میں بدل جاتا ہے اسی طرح کوئی خاص گھڑی بڑی نتیجہ خیز ہوتی ہے اس وقت ایک قلب میں طلوع ہوتا ہے وہی دوسرے آئینے میں منعکس ہو جاتا ہے دوسرے قلب کی اپنی زندگی ساکت ہو جاتی ہے اس کے بعد اس میں صرف بازگشت کی آواز آتی ہے جس وقت میں سیمی کے عشق میں مبتلا ہوا مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ آفتاب کی محبت میں اس قدر دور نکل چکی ہے۔۔۔۔ دراصل سیمی جیسی لڑکیوں پر محبت کرنے کا کبھی شک بھی گزر نہیں سکتا۔ وہ لجاتی شرماتی تو ہیں نہیں کہ آدمی اندازے لگا سکے ہم پانچوں طالب علموں کے ساتھ اس کی خوب بخشا رہتی تھی۔

فرزانہ اور طیبہ متوسط گھرانے کی لڑکیاں تھیں س لیے ان میں جرائت کی کمی بھی تھی اور سچائی کی بھی۔۔۔۔ کوثر درمیان میں تھی۔۔۔۔ کبھی ہو کر مذاق کر لیتی بھڑکتا سرخ۔۔۔۔ بھلا اس پر میں میں کیسے شبہ کرتا کہ اندر ہی اندر وہ جل بھجا ہے۔

حسن اتفاق دیکھئے کہ افتاب اور میں روم میٹ تھے۔ ہوسٹل کے ہم کمرہ دوست بھی ہوتے ہیں اور حریف بھی ان کا سب سامان سانجھا بھی ہوتا ہے اور اس شراکت کے باعث ان میں جھگڑے بھی رہتے ہیں ہم کمرہ کے سیفٹی سے بلیڈ چرانا، اس کے صاف تولیے سے گندہ پسینہ پونچھنا' پیسے ادھار لے کر نہ لوٹانا' اس کی حاضری میں سے کھانا' بغیر اجازت کے ٹائی لے کر استعمال کرنا اور ڈرائی کلین کرائے بغیر لوٹانا۔

اپنے سلیپر خشک اور روم میٹ کے سلیپر غسل کے بعد گیلے کرنا' تیل لگانے کے بعد ہم کمرہ کے صاف تکیے کو دوہرا کر کے گردن تلے فٹ کرنا' نئی جرابیں مانگنا' گندے رومال بخوشی آفر کرنا' مجموعی طور پر لڑکیوں کو زیر بحث لانا اور اصلی لڑکی کے ذکر کو گول کر جانا۔۔۔ یہ سب باتیں ایک ہی کیوبکل میں رہنے والوں میں چلتی رہتی ہیں لیکن آفتاب اور میں پورا ففتھ ایئر اور سکستھ ایئر کے چھ ماہ ساتھ رہے۔۔۔ ہمارے پلنگ' ٹرنگ اور میز تو ساتھ ساتھ تھے۔

لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے مکمل طور پر اجنبی ہی رہے۔

نہ صرف ہماری عادتیں مختلف تھیں بلکہ ہم مختلف ماحول کی پیداوار بھی تھے۔

اگر میں گھاس تھا تو آفتاب پھول تھا۔ گورا چٹا کشمیری جس کی شربتی آنکھیں براؤن بال اور بڑی چوڑی چکلی کاٹھی تھی۔ اس میں قد سے لے کر رنگ تک باتوں سے لے کر خاموشی تک عادتوں سے لے کر جبلی سرشت تک وہ سب کچھ تھا جس سے لڑکیاں پیار کرتی ہیں۔وہ شکلا اتنا معصوم اور بھولا تھا کہ اسے دیکھ کر ہر لڑکی میں ایک ماں بیدار ہو جاتی۔لڑکیوں کے سامنے اس بلا کا خاموش رہتا کہ سب کا جی محبوبہ کی طرح اسے گدگدانے کو چاہتا۔ذرا سی طبیعت کے خلاف بات ہو جاتی تو اس کی شکل مجروح ہو جاتی' شربتی آنکھیں نمناک نظر آتیں۔اب باتوں کے پھاہے لے کر سب لڑکیاں نرس بننے پر آمادہ ہو جاتیں۔آفتاب قالین فروشوں امیروں کا ایسا لاڈلا بیٹا تھا جس کی گھٹی مس پریم رچنا تھی۔ وہ اس قدر سیر چشم سیر دل آدمی تھا کہ نہ اسے دولت کی بھوک تھی نہ محبت کی نہ وہ شہرت کی تلاش میں تھا نہ ترقی کی۔۔۔ وہ ان تمام نعمتوں میں ہر وقت رہتا تھا۔مچھلی جیسے جل میں رہتی ہے۔ اس کے لیے یہ سب کچھ سوج کی طرح ضروری اور سورج کی ہی طرح غیر اہم تھا۔اس نے کبھی کسی کلاس میں کسی پروفیسر سے بحث نہیں کی۔ بس نما نما مسکراتا رہتا۔ہم سب میں جب سیاسی بحثیں ہوتیں اور ہم نوائے وقت' امروز' مساوات جنگ مشرق سے ہو کر

نیوز ویک اور ٹائم ویک اور ٹائم تک پہنچتے۔تب بھی وہ خاموش رہتا۔ وہ کسی کو مرعوب کرنے کے لیے یا خود کسی سے مرعوب ہونے کے لیے خواہ مخواہ کوئی پنگا نہیں لیتا۔جب کبھی وہ بات کرتا تو اس کی بات میں وزن ہوتا۔۔۔۔نمبر ایک۔۔۔۔نمبر دو۔۔۔۔نمبر تین۔۔۔۔وہ نہ کبھی لڑکیوں کو لفٹ دیتا نہ متاثر کرنے کی کوشش کرتا۔ صرف اس سے عادتاً اور سرشتاً ایسی حرکتیں ہوتی رہتی تھیں جن سے لڑکیاں پیار کرتی ہیں۔اگر ماڈرن لڑکیاں بھوک کی نمائش کر کے اندر کی بھوک کا ثبوت دیتی تھیں تو آفتاب کے پاس ہمیشہ اتنے پیسے رہتے تھے جس سے وہ ظاہری بھوک کو شانت کر دیتا اور کچھ اس لاپروائی سے کہ لڑکی سمجھ جاتی ایسے ہی بغیر مشکور کیے' بغیر شرمندہ کیے خاموشی اور رضا سے وہ اس کی دوسری اشتہا مٹانے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔

لڑکیوں کے ٹاپک پر وہ گھنٹوں باتیں کر سکتا تھا۔لیکن صرف امجد کے ساتھ' روم میٹ ہونے کے باوجود اس نے کبھی کسی لڑکی کو میرے ساتھ موضوع سخن نہیں بنایا۔ مجھے یاد ہے شروع ایم اے کے دن تھے میرا خیال تھا کہ آفتاب اپنے تجاہل عارفانہ سے مجھے ٹٹول رہا ہے میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

آج طیبہ تمہارے متعلق پوچھ رہی تھی۔"

"کون سی طیبہ۔"

وہی جس کی ناک پر تل ہے"

"اچھا وہ"

"شاید اسے تم میں دل چسپی پیدا ہو گئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔۔لیکن بڑی بے وقوف ہے۔۔۔۔اس نے جرابیں اتارتے ہوئے کہا۔

"تھوڑے وقفے کے بعد جو ملیں ان میں دل چسپی نہیں لینی چاہیے۔"

"یہ کوئی اختیاری بات تھوڑی ہے۔۔۔۔" میں نے کہا۔

''ہاں۔۔۔۔اختیاری بات تو نہیں ہے۔''

اس کا رویہ نہ جارحانہ تھا نہ مدافعانہ۔۔۔۔بس وہ بات کو آگے بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔

''پوچھتی تھی کہ کیا آفتاب کے ابا جی دوکان ہے مال پر۔۔۔قالینوں کی۔۔۔''

بتا دینا تھا ابا جی کی دوکان ہے۔۔۔آفتاب کی نہیں۔۔۔۔اس نے ابرو سکوڑ کر کہا۔

اب وہ پیٹھ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔میں بات کو بڑھانا چاہتا تھا کہ لیکن اس کی خاموشی نے میرا منہ بند کر دیا۔

ففتھ ایر میں مجھے شبہ تھا کہ وہ نرگسیت کا شکار ہے۔ لیکن بعد میں مجھ پر کھلا کہ غالباً آفتاب کو اپنے آپ سے پیار نہیں تھا۔بس اسے زندہ رہنے کی عادت تھی پرندوں کی طرح۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ کسی کے پاس کوئی خاص معقول وجہ بھی نہیں ہے کہ وہ کیوں زندہ نہ رہے۔اگر کسی کے پاس ایسی وجہ ہوتی اور وہ آفتاب کو بتا دیتا تو یقیناً آفتاب اپنی زندگی ختم بھی کر دیتا شروع شروع میں ھ سیمی اس کے ساتن ننھی ہوئی اور ہو دونوں اکھٹے رہنے لگے تو مجھے آفتاب سے شدید نفرت ہو گئی بلکہ میری یہی کوشش رہتی تھی کہ جونہی وہ کمرے میں آئے میں باہر نکل جاؤں لیکن اتنا پاس رہنے کے باوجود یہ اس کی سادگی تھی جس نے اسے یہ اندازہ ہی نہ لگانے دیا کہ میری جذبات کیاں ہیں؟ آفتاب کو میں نے کسی دن خود آگاہ ہی میں مبتلا نہیں ریکھا اگر اسے اپنی ذات کی سمجھ ہوتی تو شاید وہ مجھ تک پہنچ سکتا۔ عام طور پر ہماری کلاس کے لڑے لڑکیاں سی خود آگاہی کے احساس سے کئی حرکتیں کرتے تھے،لیکن اس کا الٹا یہ سیدھا ایک تھا اسی لیے وہ کھاتے وقت بائیں کرتے ہوئے چلتے وقت بیٹھتے سے سوتے ہوئے کبھی اپنی زندگی کی گڑ کی میں گرفتار نظر نہیں آیا۔

اس روز جب امجد کی نہ بانی بھید کھلا کہ سیمی اور آفتاب کا قصہ دور نکل چکا ہے۔تو